کی تعیین میں مفسرین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ مختصراً یہ کہ "والنجم اذا هوی" میں نجم سے مراد عام ستارے لیا ہے۔ "لا اقسم بهذا البلد ووالد وما ولد" کی تفسیر میں یہ ثابت کیا ہے کہ بلد سے شہر مکہ اور وما ولد سے عام اولاد آدم بالخصوص بنو اسماعیل مراد ہیں۔ "والعٰدیات ضبحا" سے اونٹ کے بجائے گھوڑے مراد لیے ہیں اور اونٹ والی تاویل کی کمزوری کو دلائل سے واضح کیا ہے۔

کتاب کا آخری باب "تعلیماتِ قرآنی" کے عنوان سے ہے۔ اس سلسلۂ مضامین میں "مومن قرآن کے آئینہ میں"، "تقویٰ" اور "خلوص" تین مضامین شامل ہیں۔ تینوں مضامین مولانا داؤد اکبر اصلاحی کے رقم کردہ ہیں۔ ان مضامین میں مومن کو قرآن کے آئینہ میں اس کی حقیقی شکل میں دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ بندۂ مومن سے اللہ تعالیٰ جس قسم کے تقویٰ اور اخلاص کا مطالبہ کرتا ہے اس کی بخوبی وضاحت کی گئی ہے۔

مجموعی اعتبار سے یہ مجموعۂ مقالات قرآنیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک قیمتی تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن مجید سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق نصیب کرے۔ آمین (حسیب اللہ اصلاحی)

نام کتاب : قرآنی افکار و تعلیمات اور موجودہ دور میں ان کی معنویت
مرتب : ظفر الاسلام اصلاحی
سن اشاعت: ۲۰۱۲ء (طبع دوم)
ناشر : ادارہ علوم القرآن، شبلی باغ، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲
صفحات : ۱۶۰
قیمت : سو روپے

زیر تعارف کتاب کے مصنف پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی کی قرآنیات کے موضوع پر اس سے قبل کئی کتابیں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی تھی جو پانچ ابواب پر مشتمل تھی۔ یہ جدید ایڈیشن نظر ثانی اور دو

باب کے اضافے کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے۔

یہ کتاب صدر ادارہ علوم القرآن پروفیسر اشتیاق احمد ظلی کے دیباچہ اور مصنف کے تعارفی کلمات اور مقدمہ طبع دوم کے علاوہ سات ابواب پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کے پہلے باب کا مرکزی موضوع ہے ''شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تحریک رجوع الی اللہ والسنہ اور موجودہ دور میں اس کی معنویت'' جس میں مصنفِ کتاب نے شاہ صاحب کے زمانے کے ہر طبقہ کے حالات کو بیان کیا ہے۔ اس وقت بھی معاشرہ کے مختلف طبقات کے افراد قرآن سے دور تھے اور آج مسلم معاشرہ اور مسلمانوں کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو آج بھی شاہ صاحب کی تحریک رجوع الی القرآن والسنہ کی معنویت وافادیت پوری طرح واضح ہوتی ہے۔ شاہ صاحب نے معاشرہ کے ہر طبقہ کو اپنی دعوت رجوع الی القرآن والسنہ کا مخاطب بنایا ہے اور ہر ایک کو قرآن وسنت سے قربت پیدا کرنے اور ان پر کاربند رہنے کی تلقین کی۔ کتاب میں شاہ صاحب کے مذکورہ خطابات سے واضح ہوتا ہے کہ کس گہرائی سے انھوں نے اپنے زمانے کے حالات کا مشاہدہ کیا اور ان کے ازالے کے لیے اپنا مجوزہ نسخہ پیش کیا کہ قرآن وسنت سے تعلق مضبوط کرنا اس کی تعلیمات وہدایات کو سمجھ کر زندگی کے ہر معاملے میں اس پر کاربند رہنا اور اس سے اخذ کردہ فکری غذا ہی ان کی کمزوریوں کو دور کرسکتی ہیں۔ مصنف نے اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ جو تحریک شاہ صاحب نے مسلم معاشرہ کی اصلاح کے لیے برپا کی تھی انہی اصولوں پر چل کر یعنی قرآن وسنت سے رشتہ مضبوط کرکے ہم اپنی زندگی کو خوش گوار بناسکتے ہیں۔

دوسرے باب کا عنوان ہے ''قرآن کا تصور عبادت'' جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ عبادت چند مخصوص عبادات کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت اور سپردگی کا نام ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن کی تعلیمات پر عمل آوری مطلوب ہے خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔ اسی طرح عبادت خالص اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ ہو یا انفاق کا، مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہو۔

تیسرے باب میں ''قرآن کا تصورِ امانت'' پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن میں

امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ مصنف نے امانت کی مختلف اقسام پر تفصیل سے بحث کی ہے، جس میں مالی امانت کے علاوہ اللہ کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں، شریعت، حقوق اور مختلف ذمہ داریوں وغیرہ کا ذکر ہے۔ قرآنی آیات کے حوالہ سے واضح کیا گیا ہے کہ ان تمام کی بجا آوری امانت کی ادائیگی میں شامل ہے۔

چوتھا باب بعنوان ''قرآن کا تصور حقوق انسانی'' ہے۔ اس میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ قرآن کریم نہ صرف اس جانب رہنمائی کرتا ہے کہ انسان پر اس کے خالق و مالک کے کیا حقوق ہیں بلکہ اسے یہ بھی بتاتا ہے کہ اس پر اس جیسے دوسرے انسانوں کے کیا حقوق ہیں۔ قرآن کے تصور حقوق انسانی کا یہ امتیازی پہلو واضح کیا گیا ہے کہ احترام آدمیت اور شرف انسانیت اس کے بنیادی حقوق سے منسلک ہیں اور اس کو عقیدہ توحید کے ذریعہ مستحکم کیا اور بتایا کہ قرآن ان حقوق کی حفاظت و ادائیگی کے باب میں کسی امتیاز کو روا نہیں رکھتا۔ جان، مال و عزت کی حرمت اور نجی زندگی کے تحفظ کا معاملہ ہو یا سماجی و معاشی تحفظ ہو یا اظہار رائے کی آزادی و مساوات و انصاف کی بات ہو قرآن مجید ان تمام امور میں انسان انسان میں تفریق کرنے کا سخت مخالف ہے۔ وہ اہل ایمان کو پابند کرتا ہے کہ حقوق انسانی کی ادائیگی میں رنگ و نسل، مذہب و فرقہ، ملک و علاقہ، موافق و مخالف میں کسی تفریق کے بغیر ہر ایک سے تعلقات و معاملات میں ان حقوق کا پورا خیال رکھیں تاکہ امن و امان کی فضا قائم ہو۔ درحقیقت قرآن کے تصور حقوقِ انسانی کو اپنانے سے معاشرہ میں امن و امان کے قیام کو ضمانت ملتی ہے۔

قرآن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ حقوق کے حصول پر زور دینے کے بجائے انسان کو اس کے فرائض یاد دلاتا ہے۔ اسی طرح قرآن نے اپنے احکام کے ذریعہ انسان کی عزت و آبرو کو پورا تحفظ فراہم کیا ہے۔ معاشرتی زندگی کے اصول بیان کیے گئے ہیں اور عورتوں پر تہمت لگانے، دوسروں کا مذاق اڑانے، نامناسب لقب سے یاد کرنے، غیبت، بدگمانی، بہتان طرازی کی سخت ممانعت کی گئی ہے تاکہ لوگوں کی عزت محفوظ رہے اور ان کے حقوق مجروح نہ ہوں۔ ان سب کے علاوہ اس باب میں اس جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ ساری

انسانیت کا امت مسلمہ پر یہ بھی ایک اہم حق ہے کہ اسے جو ہدایت کا پیغام ملا ہے اسے دوسروں تک پہونچائے۔ یہ امت خیر امت کے لقب سے اسی وجہ سے متصف کی گئی ہے تا کہ یہ لوگوں کو ان کے رب کی طرف بلائے اور ان کا تعلق ان کے رب سے جوڑے۔

پانچویں باب میں قرآن مجید کے تصور عدل کو واضح کیا گیا ہے۔ قرآن کی تعلیمات دو بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ حقوق اللہ وحقوق العباد۔ انسانی حقوق میں سب سے زیادہ عدل کے اصول اپنانے، انصاف کے تقاضے پورا کرنے پر زور دیا گیا۔ قرآن کی نگاہ میں انصاف کے بغیر نہ سماجی نظام مضبوط ہوسکتا ہے نہ سماج میں رہنے والوں کی زندگی خوشگوار ہوسکتی ہے۔ قرآن بے لاگ اور بغیر کسی تفریق کے اپنے و پرائے، غریب و امیر، مسلم وغیر مسلم سب کے ساتھ عدل وانصاف کی تعلیم دیتا ہے۔ خواہ اس میں اپنا نفع ہو یا نقصان۔ موجودہ دور میں قرآن کی یہ تعلیم بڑی اہمیت و معنویت رکھتی ہے۔ قرآن کی نظر میں اجتماعی شیرازہ بندی اور معاشرتی زندگی کے استحکام کے لیے عدل اس قدر ضروری ہے کہ اس کے قیام کو حکمرانوں کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل کیا گیا ہے چنانچہ اسی لیے قرآن میں عدل کو قائم کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن ان تمام راہوں پر قدغن لگاتا ہے جو زیادتی و ناانصافی تک پہونچاتی ہیں۔ مصنف نے ان آیات کا حوالہ دیا ہے جن میں ان باتوں کی ممانعت کی گئی ہے جو کسی انسان کی جان و مال، عزت و آبرو کے حق کو تلف کرنے یا مجروح کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں اور بالآخر اس کے ساتھ ناانصافی پر منتج ہوتی ہیں۔

چھٹے باب کا موضوع ''قرآن حکیم اور عقلی استدلال'' ہے۔ قرآن غور وفکر اور سوچنے سمجھنے کا نہ صرف قائل ہے بلکہ اس کی دعوت دیتا ہے اور غور وفکر کرنے والوں کو اولوالالباب کا خطاب دیتا ہے اور غور وفکر نہ کرنے والوں کو جانور سے بھی بدتر گردانتا ہے۔ قرآن نے اپنے افکار وتعلیمات کی صداقت واہمیت کو ثابت کرنے کے لیے عقلی استدلال سے کام لیا ہے اور دوسروں کو بھی اس پر ابھارا ہے۔ قرآن آفاق وانفس، آسمان وزمین کے درمیان رونما ہونے والے واقعات کی طرف اشارہ کرکے غور وفکر کی دعوت دیتا ہے اور عقیدہ توحید، رسالت و آخرت کو پورے مدلل انداز میں پیش کرتا ہے۔ قرآن چاہتا ہے کہ

انسان اپنے آپ کو اس عطیہ خداوندی (عقل) کے صحیح استعمال کا عادی بنائے اس کا مقصد صرف دماغی مشق نہیں بلکہ اس سے مطلوب ہے کہ وہ تمام انفس و آفاق میں غور و فکر کرنے کے بعد اللہ کی ربوبیت کا کرشمہ دیکھے، مختلف چیزوں میں پوشیدہ اس کی حکمت و مصلحت کا ادراک کرے اور وہ اس نتیجہ پر پہونچے کہ اللہ رب العلمین واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی طرف پلٹنا ہے۔

ساتواں و آخری باب قرآن عظیم مغربی تہذیب کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مغربی تہذیب کیا ہے، اس کے کیا نتائج رونما ہو رہے ہیں اور اس کے مدمقابل تہذیب اسلامی وہ تہذیب ہے جو قرآن وسنت پر مبنی ہے۔ مغربی تہذیب کے بھیانک نتائج سے اگر کوئی نظام انسانوں کو محفوظ رکھنے والا ہے تو وہ قرآن کا دیا ہوا نظام ہے۔ اس تہذیب کی زیادتی و ناانصافی کے شکار اہل اسلام کو ہمت و حوصلہ، صبر و استقلال اور سخت آزمائش میں دین و شریعت پر جمے رہنے کی قوت قرآن کی ہدایات و تعلیمات سے نصیب ہوتی ہے۔ مغربی تہذیب کے علم برداروں نے یہ جان لیا ہے کہ ان کی راہ میں رکاوٹ یہ قرآن مجید ہے اور یہ بات برحق ہے کہ قرآن مغربی تہذیب کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ مغربی تہذیب مذہب کو صرف کلیسا یا خدا کے گھر تک محدود رکھتی ہے جب کہ اسلام مذہب کو ہر معاملہ میں خواہ سیاسی، سماجی یا معاشی ہو دخیل مانتا ہے۔ مصنف نے مغربی تہذیب کے برے اثرات کی نشان دہی کرتے ہوئے یہ حقیقت اجاگر کی ہے کہ ان کے ازالہ کے لیے قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے۔

مغربی تہذیب کے ماننے والے اظہار رائے کی آزادی کے نام پر دوسروں کی دلآزاری کو جائز سمجھتے ہیں جب کہ اسلام دوسروں کا مذاق اڑانے، بہتان، الزام تراشی، عیب جوئی کا سخت مخالف ہے۔ مغربی تہذیب کو ہلا دینے والے قرآنی آیات کے علاوہ یہ کتاب عظیم اس تہذیب کے لیے اس وجہ سے بھی بہت بڑا چیلنج ہے کہ یہ کتاب ان کے موروثوں کی ضلالت، فکری انحراف، ذہنی پستی و بداعمالیوں کا ذکر کر کے اس سے گریزاں رہنے کی تعلیم دیتی ہے۔ اس آئینہ میں ان کو اپنی تصویر صاف نظر آتی ہے۔ اس کے بعد